۱۲ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ / 19 جولائی 2024ء

اسلامی تاریخ کا مطالعہ...

اہمیت، اہم اُصول اور چند مسلّمہ عقائد

مجلسِ علماء نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account
Jamia Nizamia Rizvia Like Our Page
Jamia Nizamia Rizvia Like Our Page
Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَأَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ [ھود:120]

گزرے ہوئے دَور کے واقعات، پرانی یادیں اور "ماضی" کے اُمور انسان کو بہت کچھ سکھاتے ہیں، اپنے "حال" کو سنوارنے میں مدد دیتے ہیں اور "مستقبل" کو بہتر بنانے کے لیے اچھی منصوبہ بندی کا موقع فراہم کرتے ہیں؛ اِسی وجہ سے ہر دَور میں "فنِّ تاریخ" کی اہمیت مسلّم رہی ہے اور اب بھی تاریخ پر بہت کچھ لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔

ربِّ کریم نے کتابِ ہدایت قرآنِ حکیم میں بار بار گزشتہ قوموں کے واقعات ذکر فرمائے؛ کہ لوگ ماضی سے سبق سیکھیں... نافرمانوں کے انجام پر غور کر کے گناہوں سے بچیں اور فرماں برداروں کے انعام سے عمل کا جذبہ بیدار کریں۔

یہ بات سو فیصد سچ ہے کہ دُنیا میں سب سے شان دار تاریخ مسلمانوں کی تاریخ ہے، بلاشبہ مسلمانوں کا ماضی اتنا عالی شان ہے کہ وہ کسی بھی قوم کے سامنے اپنے بزرگوں کے کارنامے اور اُن کے واقعات فخر کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں، خصوصًا سرورِ عالم ﷺ کے اصحاب واہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حسین واقعات بلاشبہ اسلامی تاریخ کے ماتھے کا جھومر ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے متعلق گزشتہ ادوار کے لوگ بھی اِفراط و تفریط کا شکار رہے ہیں اور ہمارے دَور میں بھی یہ بیماری بے شمار افراد میں پائی جاتی ہے:

- کوتاہی و تفریط یہ ہے کہ اکثر مسلمان اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں، بے شمار لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کون کون سے سالوں میں مسندِ خلافت کی زینت بنے اور کب اُن کا وصال ہوا؟ سیدنا عمر بن عبد العزیز، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان محمود غزنوی اور دیگر مشاہیر اسلام علیہم الرحمہ کے کارناموں کا ذکر تو بہت بعد میں آتا ہے!
- اور تاریخ سے متعلق افراط وحد سے تجاوُز یہ ہے کہ بعض لوگ فنِ تاریخ کو اِس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ اُسے ہی سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں، حتّٰی کہ تاریخ اُن کے عقائد و نظریات پر بھی اثر ڈالتی ہے اور وہ غیر مستند تاریخی روایات کی وجہ سے اُن ہستیوں سے متعلق بدگمانی کرنے لگتے ہیں جن کی تعریف خود اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔

ماہِ محرم الحرام میں بہت سے افراد اہلِ بیتِ عظام اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی سیرت و تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، جو کہ لائقِ تحسین عمل ہے، تاہم اِس بات کی بہت ضرورت ہے کہ افراط و تفریط سے دُور رہتے ہوئے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے؛ تاکہ ہم عقائد کو محفوظ رکھتے ہوئے اپنے شان دار ماضی سے خود بھی باخبر ہوں اور نسلِ نَو کو بھی اِس سے آگاہ کریں۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں تاریخ کی اہمیت، اِس کے مطالعہ سے متعلق کچھ اُصولوں اور چند مسلّمہ عقائد کا ذکر ہو گا۔

مطالعۂ تاریخ کی اہمیت

قرآنِ حکیم کتابِ ہدایت ہے، یہ لوگوں کی راہ نمائی کے لیے نازل ہوئی ہے۔ اِس کے موضوعات میں سے ایک اہم موضوع "پہلے تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کی اُمّتوں کے واقعات" کا بیان بھی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ "اور ہم آپ کو رسولوں کی خبریں بیان فرماتے ہیں جن سے ہم آپ کے دل کو تسکین دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آگیا اور مومنوں کے لیے نصیحت و عبرت۔" [ھود 11:120]

اگر تاریخ کی اہمیت نہ ہوتی تو قرآنِ حکیم میں اِن واقعات کا ذکر نہ کیا جاتا؛ کیونکہ کلامِ الٰہی لغو و فضول سے مکمل طور پر پاک ہے۔

مسلمانوں کے لیے خاص طور پر سرورِ عالَم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کے اصحابِ ذی شان و اہلِ بیت عظام علیہم الرضوان کی مستند تاریخ جاننا بہت ضروری ہے، اِس سے ایمان کو تقویت ملتی ہے اور عمل کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

شہزادۂ سیدنا امام حسین حضرت علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: كُنَّا نُعَلَّمُ مَغَازِيَ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا نُعَلَّمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ ہمیں (اپنے گھروں میں) رسول اللہ ﷺ کے غزواتِ مبارکہ کے واقعات ایسے سکھائے جاتے جیسے قرآنِ پاک کی تعلیم دی جاتی تھی۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج:3، ص:297، دار احیاء التراث)

اقبال علیہ الرحمہ نے اپنی ایک نظم میں جوانانِ اسلام کو اپنی تاریخ یاد کرنے کی تلقین کی، اُس نظم کا آغاز یوں ہے:[1]

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردُوں تھا، تُو جس کا ہے اِک ٹوٹا ہوا تارا[2]

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا[3]

اگر ہم نے نسلِ نَو کو اپنے شان دار ماضی سے آگاہ کیا ہوتا تو آج اُمّت کے یہ حالات نہ ہوتے۔

---

[1] شرح کے ساتھ پوری نظم پڑھنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://aainaeiqbal.co.in/kabhi-ae-naojawan-muslim/

[2] گردُوں: آسمان۔ یعنی اے مسلم نوجوان! کبھی تُو نے غور و فکر کیا ہے کہ تُو کس عظیم الشان آسمان کا ٹوٹا ہوا ایک ستارا ہے؟

[3] دارا: بادشاہ۔ تیری پرورش اُن بزرگوں نے اپنی محبت بھری گود میں کی ہے جنھوں نے شاہوں کے تاج اپنے پاؤں میں کچل ڈالے تھے۔

مطالعۂ تاریخ کے اہم اُصول

اِس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ تاریخ کے مطالعہ سے متعلق لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں... کچھ تاریخ کا مطالعہ ہی نہیں کرتے، جب کہ ایک تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو تاریخ کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں، حتّٰی کہ اگر تاریخ کی کتابوں میں لکھی ہوئی کوئی بات اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف ہو تو وہ عقیدہ بدل لیتے ہیں، مگر تاریخ کو نہیں چھوڑتے۔

زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں قرآن و حدیث سے بہترین راہ نمائی ملتی ہے، تاریخ کے مطالعہ سے متعلق بھی ہمیں قرآن و سنت سے کچھ اُصول معلوم ہوتے ہیں، اگر ہم اُنھیں پیشِ نظر رکھیں تو تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے فتنوں سے محفوظ رہیں:

1۔ہر تاریخی روایت سچی نہیں: تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ قرآنِ حکیم ربّ تعالیٰ کا کلام ہے، اِس میں جھوٹ کا تصوّر ذہن میں بٹھانا بھی کفر ہے۔ اِسی طرح سرورِ عالَم ﷺ مخلوق میں سب سے بڑے سچے ہیں، آپ کی ثابت شدہ احادیثِ طیبہ میں بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں... البتہ تاریخ کی حیثیت ایک اخبار کی ہے، اُس میں سچی باتیں بھی ہیں اور جھوٹی بھی، حقائق بھی ہیں اور افسانے بھی۔

اِس بات کو سمجھنے کے لیے پاکستانی صحافت کو بطورِ مثال لیا جاسکتا ہے، یہاں خبروں میں کتنی صداقت ہوتی ہے؟ الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا والے کتنی تحقیق کرتے ہیں؟ یہ سب ہمیں معلوم ہے۔ اگرچہ سب خبریں جھوٹی نہیں ہوتیں، مگر سب سچی بھی نہیں ہوتیں۔

گفتگو کا مقصود یہ ہے کہ "تاریخ" اِس قابل نہیں کہ اُس پر اعتماد کرتے ہوئے عقیدہ بدل لیا جائے یا تاریخی روایت کی وجہ سے مسلّمہ شخصیات سے متعلق شکوک و شبہات ذہن میں بٹھا لیے جائیں؛ کیونکہ بہر حال تاریخ میں صحیح روایات بھی ہیں اور من گھڑت بھی۔

2۔قرآن و سنت کے تابع: تاریخ کا مطالعہ کرنے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ تاریخی باتوں کو قرآن و سنت پر پیش کرے اور جو بات قرآن و سنت کے خلاف ہو اُسے ردّ کر دے۔

ابھی کچھ مسلّمہ عقائد کا تذکرہ کیا جائے گا، کوئی بھی تاریخی روایت اِن کے خلاف ہے تو ہم ہر گز اُسے قبول نہیں کریں گے؛ کیونکہ قرآن و سنت کے مقابلے میں اخبار کی کوئی حیثیت نہیں۔

سیدنا عمران بن حُصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ مبارک بیان کی: اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ، أَوْ قَالَ: اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ۔ "تمام تر بھلائی حیا ہے۔ حیا جس قدر ہو بھلائی ہی ہے۔" یہ سن کر ایک شخص کہنے لگا: ہم نے حکمت و فلسفہ کی بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ حیا کا فائدہ بھی ہے اور کچھ نقصان بھی... اِس سے وقار تو حاصل ہوتا ہے مگر کچھ کمزوری بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

راوی کہتے ہیں: فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَقَالَ: أَلَا أُرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَتُعَارِضُ فِيهِ۔ (اُس کی بات سن کر) غصے کی وجہ سے سیدنا عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور فرمانے لگے: مَیں تجھے رسول اللہ ﷺ کا اِرشادِ گرامی سنا رہا ہوں اور تو اِس کے مقابل فلسفہ کی واہیات لا تا ہے! (صحیح مسلم، حدیث:166)

3۔ نشر سے پہلے علما سے تصدیق: تاریخی روایت ہو یا کچھ اور... جس چیز کی حقیقت معلوم نہیں اُسے پھیلانے کی اجازت نہیں، ہمیں حکم ہے کہ پہلے علمائے کرام سے تصدیق کریں، جو بات حقیقت ہو اور دینی تقاضوں کے مطابق ہو اُسے نشر کریں، ورنہ ہر گز اُسے دوسروں تک مت پہنچائیں۔

بغیر تحقیق باتیں پھیلانے والا شخص نہ چاہتے ہوئے بھی جھوٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: كَفَى بِالْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ، وَكَفَى بِالْمَرْءِ مِنَ الشُّحِّ أَنْ يَقُولَ: اُخْذُ حَقِّي لَا أَتْرُكُ مِنْهُ شَيْئًا۔ "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے اور آدمی کے بخیل ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کہے: مَیں (مقروض وغیرہ سے) اپنا حق لوں گا اور تھوڑا سا بھی معاف نہیں کروں گا۔"

(المستدرك على الصحيحين، رقم الحديث: 2196)

4۔ فتنہ پروری سے اجتناب: بعض اوقات ایک بات درست ہوتی ہے، مگر اُسے بے موقع بیان کرنے یا نا اہل تک پہنچانے سے فتنہ پھیلتا ہے، چنانچہ تاریخی روایات اور دیگر باتیں اگر سچی بھی ہوں، مگر دینی تقاضوں کے خلاف ہوں تو اُنھیں دوسروں تک پہنچانے کی ہر گز اجازت نہیں۔

سیدنا مِقداد بن اَسْوَد کِندی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھا کر بیان کیا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ، إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ...» یعنی "بے شک وہ شخص ضرور خوش نصیب ہے جسے فتنوں سے دُور رکھا گیا، بلاشبہ وہ شخص ضرور سعادت مند ہے جسے فتنوں کے قریب آنے سے بچا لیا گیا، یقیناً وہ شخص ضرور نیک بخت ہے جسے فتنوں سے الگ رکھا گیا۔۔۔" (سنن ابو داؤد، حدیث:4263)

5۔ ضعیف تاریخی روایات سے فضائل کا اثبات: عقائد و نظریات فقط پختہ دلائل سے ثابت ہوتے ہیں، جب کہ کسی چیز کا استحباب (بہتر ہونا) ثابت کرنے کے لیے یا کسی شخصیت کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے پختہ دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ تاریخی روایات سے کوئی عقیدہ نہ ثابت ہو سکتا ہے نہ تبدیل... البتہ اِن سے کسی شخصیت یا عمل کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔ ہر بات کے لیے بخاری شریف کا حوالہ مانگنا جاہل شخص کا کام ہے، یقینی دلیل اُس بات کے لیے چاہیے جو عقیدہ ہے یا جسے فرض و واجب قرار دیا جا رہا ہے۔

مسلّمہ عقیدہ.... نسبتِ نبوی والے ہر فرد کی تعظیم

تاریخ کے مطالعہ سے متعلق کچھ اُصول ذہن نشین کرنے کے بعد ماہِ محرم الحرام کی مناسبت سے سرورِ عالَم ﷺ کے صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان سے متعلق چند بنیادی عقائد کو ذکر کیا جاتا ہے، جو قرآن و سنت کی واضح نصوص سے ثابت ہیں۔ ایک آدھ روایت کیا، پوری تاریخ بھی اگر اِن مسلّمہ عقائد کے خلاف ہو تو اُسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے گا؛ کیونکہ نصوصِ قرآن و سنت کے مقابلے میں تاریخی روایات کی کوئی حیثیت نہیں۔

قرآن و سنت کی کئی نصوص سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر تعظیم والے الفاظ کے ساتھ کرنا فرض ہے۔ کسی بھی صحابی یا اہلِ بیت کے کسی بھی فرد کے لیے بے ادبی والے الفاظ استعمال کرنا یا اُن کے تذکرہ میں توہین آمیز انداز اختیار کرنا گمراہی ہے اور سخت حرام ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ! لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ، وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ، وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهُ۔ ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد اُنھیں نشانہ نہ بنانا، جس نے اُن سے محبت کی تو اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو وہ میری عداوت سے اُن کا دشمن ہوا۔ جس نے اُنھیں ستایا اُس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو اِیذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اِیذا دی تو قریب ہے اللہ تعالیٰ اُسے (عذاب میں) گرفتار فرمائے۔“ (جامع ترمذی، حدیث:3862)

تاریخی روایات کی بنیاد پر کسی بھی صحابی یا اہلِ بیت کے کسی بھی فرد پر طعن و تشنیع کرنے والے بدبخت کو سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے تمام اعمال کو جانتے ہوئے اُن سے مغفرت و جنت کا وعدہ کیا اور ارشاد فرمایا: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. ”اور ہر ایک (صحابی) سے اللہ تعالیٰ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرو گے۔“ [الحدید 57:10]

جب اللہ کریم نے اُن سب سے جنتِ بے عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرمایا تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ اُن کی کسی بات پر طعن کرے...؟ کیا طعن کرنے والا اللہ (عزّوجلّ) سے جُدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے؟ (بہار شریعت، ج:1 (الف)، ص:255)

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: اہلِ صِفّین کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ يَدَيَّ مِنْهَا، فَلَا أُحِبُّ أَنْ أَخْضِبَ لِسَانِيْ فِيْهَا۔ یعنی ”اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرماتے ہوئے اُن کی خون ریزی سے میرے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، لہٰذا اُن کے متعلق (کوئی نازیبا بات کہہ کر) مَیں اپنی زبان آلودہ نہیں کرنا چاہتا۔

(حلية الأولياء، ذكر طوائف من جماهير النساك والعباد، ج:9، ص:114)

مسلّمہ عقیدہ.... دلوں کو کدورت سے پاک رکھنا

رحمتِ عالَم ﷺ کے ہر صحابی اور آپ کے ساتھ نسبتِ بیت رکھنے والے ہر فرد سے محبت لازم ہے، اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی بُغض رکھنا گمراہی ہے اور جہنم کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی تین قسمیں ذکر فرمائیں: 1۔ مکہ مکرمہ سے کوچ کرنے والے مہاجرین۔ 2۔ مدینہ پاک میں اُن کی میزبانی کرنے والے انصار۔ 3۔ قیامت تک کے وہ مسلمان جو مہاجرین وانصار کے لیے دعائیں کریں اور اِن سے کدورت نہ رکھیں۔ تیسری قسم سے متعلق آیتِ کریمہ کے الفاظ ہیں: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ ”اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہم سے پہلے ایمان لانے والے ہمارے بھائیوں کو بھی بخش دے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ (کدورت) نہ رکھ، اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان بہت رحمت والا ہے۔“ [الحشر 10:59]

عراق سے تعلق رکھنے والے کچھ بدبخت شہزادۂ امام حسین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بدزبانی کی۔ آپ نے اُنھیں فرمایا: تم مہاجرین سے ہو؟ اُنھوں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: تم انصار ہو؟ کہنے لگے: نہیں۔ فرمایا: سورۂ حشر میں مذکور مسلمانوں کی پہلی دو جماعتوں میں شامل نہ ہونے کا تم نے خود اقرار کیا، وَأَنَا أَشْهَدُ أَنَّكُمْ لَسْتُمْ مِنَ الْفِرْقَةِ الثَّالِثَةِ... مَیں گواہی دیتا ہوں کہ (بُغضِ صحابہ کی وجہ سے) تم تیسری قسم میں بھی شامل نہیں ہو۔ مزید فرمایا: فَقُوْمُوْا عَنِّيْ لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ! وَلَا قَرَّبَ دُوْرَكُمْ! أَنْتُمْ مُسْتَهْزِئُوْنَ بِالْإِسْلَامِ وَلَسْتُمْ مِنْ أَهْلِهِ۔ یعنی میرے پاس سے اُٹھ جاؤ، اللہ تمہیں برکت نہ دے! اللہ تمہیں (مدینہ منوّرہ کے اور ہم اہلِ بیت کے) قریب نہ کرے! تم اسلام سے مذاق کرنے والے ہو، سچے مسلمان نہیں ہو۔

(تاریخ مدینۃ دمشق، ج:41، ص:389۔ البدایۃ والنہایۃ، ج:9، ص:125، دار احیاء التراث العربی۔ حلیۃ الاولیاء، ج:3، ص:137، مطبعۃ السعادۃ)

صحابہ واہلِ بیت علیہم الرضوان سے بُغض رکھنا تو بہت دُور کی بات ہے، جانِ عالَم ﷺ نے کسی شرعی وجہ کے بغیر عام مسلمان کے لیے دل میں کینہ وکدورت رکھنے سے منع فرمایا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَا بُنَيَّ! إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِّأَحَدٍ فَافْعَلْ۔ ”پیارے بیٹے! اگر یہ کر سکو کہ تمہاری صبح شام یوں گزرے کہ تمہارے دل میں کسی کے لیے کھوٹ نہ ہو تو ضرور ایسا کرنا۔

مزید فرمایا: ”پیارے بیٹے! یہ میری سنت ہے، جس نے میری سنت (شریعت) کو زندہ کیا ضرور اُسے میری (سچی اور کامل) محبت نصیب ہوئی اور جسے میرا پیار مل گیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔“ (جامع ترمذی، حدیث:2678)

مسلّمہ عقیدہ....مشاجراتِ صحابہ سے متعلق خاموشی

ہر ذی شعور شخص سمجھتا ہے کہ چھوٹوں کا بڑوں کی باتوں میں ٹانگ اٹکانا حماقت ہے، خصوصًا جن باتوں کو انسان سمجھ ہی نہیں پاتا، اُن کے بارے میں بحث کرنا پرلے درجے کی بے وقوفی ہے۔ جس شخص کو سائنس کی بنیادی باتیں بھی معلوم نہیں، اگر وہ سائنس دانوں کے اپنے فن سے متعلق باہمی اختلاف میں فیصلہ کرنے کے لیے بیٹھ جائے تو اُسے ذہنی امراض کے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔

یہی صورتِ حال صحابۂ کرام یا اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان کے آپس میں ہونے والے اختلافات کی ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اُن کے درجے سب سے بلند ہیں، حتّٰی کہ بڑے بڑے بھی اُن کے قدموں کی خاک تک نہیں پہنچ سکتے۔ حدیثِ نبوی کے مطابق اُن کے دل (انبیا کے بعد) کائنات میں سب سے بڑھ کر پاکیزہ ہیں۔ ہم جیسے گناہ گار اُن کے دلوں کی کیفیات اور اُن کی نیتوں کی حقیقت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے؛ اِسی لیے ہمیں یہ حکم ہے کہ صحابۂ کرام یا اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان کے درمیان جو ہلکے پھلکے یا شدید اختلافات ہوئے اُن سے متعلق خاموش رہیں، اُن کے معاملے کو ربّ تعالٰی کے سپرد کریں اور سب کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔ اگر کوئی شخص اُن کے باہمی اختلاف میں فیصلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اُسے یا ذہنی بیماریوں کا علاج کرنے والے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے یا دلوں کا دارُو کرنے والے بزرگانِ دین کی بارگاہوں میں حاضر کرنا چاہیے۔

سیدنا ابو درداء عُوَیمِر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی صاحب کی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تکرار ہو گئی، جب سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا جلال فرمایا کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن صاحب کو بچانے کے لیے یہاں تک کہہ دیا: یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! میری غلطی تھی۔ اِس موقع پر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یارِ غار و مزار رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمانے کے ساتھ ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جو قیامت تک اُمّت کی تربیت کرتا رہے گا، فرمایا: هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْ لِيْ صَاحِبِيْ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْ[1] لِيْ صَاحِبِيْ۔ یعنی "میری خاطر میرے دوست کو تکلیف دینے سے باز رہا کرو! میرا لحاظ کر کے میرے یار کو اذیت نہ پہنچایا کرو!"

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِس ارشادِ عالی کے بعد کبھی کسی نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دل نہیں دُکھایا۔ (صحیح بخاری: 3661)

"میری خاطر" کے حسین الفاظ میں یہ تربیت ہے کہ اگر کبھی تمہاری ناقص عقل میرے پیاروں کی کسی بات کو قابلِ اعتراض قرار دے تو میری نسبت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی زبانوں کو خاموش رکھنا اور بدزبانی کر کے اُن کا دل مت دُکھانا۔

---

[1] استفہام اگر تحقیق کے لیے ہو تو امر کا معنٰی دیتا ہے۔ امثلہ اور حوالہ جات کے لیے دیکھیے: فتاوٰی رضویہ، ج:11، ص:164، 165

"تارکو لی صَاحِبِي": بِحَذْفِ النُّون من: "تاركون"؛ لِأَنَّهُ مُضَاف إِلَى قَوْله: "صَاحِبِي"، لٰكِن وَقع الْجَار وَالْمَجْرُور أَعنِي قَوْله: "لي" فاصلًا بَين الْمُضَاف والمضاف إِلَيْهِ، وَذٰلِك جَائِز، وَقد وَقع فِي كَلَام الْعَرَب كثيرًا، ويروى "تاركون" بالنُّون على الأَصْل۔ (عمدۃ القاری)

حرفِ آخر... مطالعۂ تاریخ کے اصول اور غزہ کی تاریخ

تاریخ کا مطالعہ ہمیں اپنی انفرادی و اجتماعی کوتاہیاں دُور کرنے اور ترقّی کی راہیں متعین کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، چنانچہ عقل مند لوگ "ماضی" سے سبق سیکھتے ہوئے "حال" سنوارنے اور "مستقبل" کو روشن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ کس قدر اہم اور مفید ہے؟ اِس کا اندازہ لگانے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ ربِّ کریم نے قرآنِ حکیم میں پہلے تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کی قوموں کے واقعات کثرت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور اُنھیں مسلمانوں کے لیے نصیحت و عبرت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری مذہبی ذمہ داری بھی ہے کہ ہم اپنے آقا کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں اور آپ ﷺ کے اصحاب و اہلِ بیت کی عظیم الشان تاریخ خود پڑھ کر نسلِ نَو کو بھی اُس سے آگاہ کریں۔

محرم الحرام میں اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ عنہم کی سیرت و تاریخ سے متعلق بہت کچھ بیان کیا اور پڑھا جاتا ہے، اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں تاریخ کی اہمیت و افادیت کے ساتھ ساتھ چند ایسے اہم اُمور سے متعلق گفتگو کی گئی جنھیں تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے پیشِ نظر رکھنا بے حد ضروری ہے، ورنہ مطالعۂ تاریخ مفید ہونے کے بجائے سخت نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے:

- ❖ تاریخ کی حیثیت ایک اخبار کی ہے، جس میں سچی باتیں بھی ہیں اور جھوٹی بھی؛ لہٰذا تاریخی روایات سے عقائد و نظریات نہیں بنائے جاتے، نہ ہی تاریخ کی بنیاد پر مسلّمہ شخصیات سے متعلق ذہن میں بدگمانی پیدا کرنا درست ہے۔ عقائد و نظریات قرآن و سنت سے حاصل ہوتے ہیں۔
- ❖ تاریخ سمیت، کسی بھی چیز کی حقیقت سمجھے بغیر اُسے دوسروں تک پہنچا دینا سخت حماقت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ علما سے تصدیق کے بعد فقط وہ باتیں پھیلائیں جو مستند ہیں اور دینی تقاضوں کے مطابق ہیں۔
- ❖ موجودہ دَور فتنوں کا دَور ہے؛ لہٰذا تاریخ پڑھ کر فتنہ پھیلانے سے بھی بچنا چاہیے اور فتنہ پروروں سے بھی دُور رہنا چاہیے۔
- ❖ تاریخی روایات کے ذریعے اگرچہ عقائد ثابت نہیں ہوتے، مگر اِن سے اعمال اور شخصیات کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔
- ❖ قرآن و سنت سے حاصل شدہ عقائد و نظریات تاریخی روایات کے ذریعے تبدیل نہیں ہو سکتے، اگر پوری تاریخ بھی کسی عقیدہ کے خلاف ہو تو ہم تاریخ کو ردّ کر دیں گے، مگر عقیدہ تبدیل نہیں کریں گے۔ چنانچہ آج کے خطبہ میں چند مسلّمہ عقائد کا بھی تذکرہ ہوا:
  - تمام صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر تعظیم والے الفاظ کے ساتھ کرنا فرض ہے اور کسی بھی صحابی یا اہلِ بیت کے کسی بھی فرد کے لیے بے ادبی والے الفاظ استعمال کرنا، یا اُن کے تذکرہ میں توہین آمیز انداز اختیار کرنا گمراہی ہے اور سخت حرام ہے۔

- رحمتِ عالَم ﷺ کے ہر صحابی اور آپ کے ساتھ نسبتِ بیت رکھنے والے ہر فرد سے محبت لازم ہے، اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی بُغض رکھنا گمراہی ہے اور جہنم کا ذریعہ ہے۔
- صحابۂ کرام یا اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان کے درمیان جو اختلافات ہوئے، ہمیں اُن سے متعلق حکم ہے کہ خاموش رہیں، اُن کے معاملے کو ربّ تعالیٰ کے سپرد کریں اور اُن سب کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔

تاریخ سے متعلق بات کرتے ہوئے غـزہ کی طرف بھی دھیان جاتا ہے، مؤرخ جب غـزہ کی تاریخ لکھے گا تو پاکستان سمیت مسلم ریاستوں کا کردار یہی درج کرے گا کہ غزہ میں مسلمانوں کا لہو بہہ رہا تھا اور مسلم حکمران اپنے اپنے مفادات کا تحفّظ کر رہے تھے۔

موجودہ حالات میں حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ کم از کم:

1) سرکاری سطح پر اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کرے اور اُس کے متبادل پاکستانی مصنوعات کو رواج دے۔
2) غزہ تک فوری طور پر غذائی و طبّی امداد پہنچانے کا اہتمام کرے۔
3) اسرائیلی وزیرِ اعظم کو دہشت گرد قرار دے۔

یہ مطالبات تمام غیور مسلمانوں کی آواز ہیں اور اِنھیں تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ کا نتیجہ اچھا نہیں۔

شرعی مسئلہ[1]: مَرد کو ساڑھے چار ماشے سے کم وزن میں چاندی کی ایک نگ والی ایک انگوٹھی پہننا جائز ہے، اِس کے علاوہ سونے یا کسی بھی دھات کے لاکٹ، چھلے / کڑے، بالی اور انگوٹھی وغیرہ منع ہے۔ مَرد کو لوہے، پیتل یا کسی بھی دھات کا کڑا پہن کر نماز ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے، یعنی اِسے پہن کر نماز ادا کرنا گناہ ہے اور اگر ادا کر لی تو دوبارہ پڑھنا لازم ہے۔ (فتاوٰی رضویہ: 7/307، ملخصًا)

اللہ تعالیٰ شہدائے کربلا کے مقدّس خون کی برکت سے اسلام اور مسلمانوں کو عزتیں عطا فرمائے، اُمّت میں دینی غیرت اور استقامت کا جذبہ بیدار فرمائے، بیت المقدس کو ظالم یہودیوں کے پنجہ سے آزاد فرمائے اور غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔

ربِّ کریم ہمیں اپنی شان دار تاریخ کا صحیح انداز میں مطالعہ کر کے اپنا مستقبل خوب تر بنانے کی توفیق سے نوازے۔

خالقِ کائنات پاکستان کو تمام بحرانوں سے نجات عطا کرے، حکمرانوں کو دین کا خیر خواہ اور عوام کا خدمت گزار بنائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ

---

[1] مفتیٔ اعظم پاکستان معمارِ جامعہ نظامیہ رضویہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ خطبہ کے اختتام پر نمازیوں کی بڑی تعداد جمع ہو چکی ہوتی ہے، اگر اِس وقت ایک شرعی مسئلہ بیان کر دیا جائے تو وہ سب کا مشترکہ سبق ہو جاتا ہے۔ اِس ارشاد پر عمل کے لیے یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔